قسط نمبر ۱۱

فلسفہ، علم اور قرآن

پر ایمان کی کہانی

ابوالعلاء معرّی

الشیخ ندیم الجسر ☆ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن

حیران: آپ نے مجھ سے ان تمام اسلامی فلاسفہ کا ذکر کیا ہے، جن کے متعلق میں نے سنا ہوا تھا مگر معرّی کا ذکر نہیں کیا۔ کیا آپ مجھے ابوالعلاء[1] کی باتیں نہ بتلائیں گے؟

شیخ: میں تجھ سے ابوالعلاء کا ذکر کیوں نہ کروں گا جبکہ میرے نزدیک ٹیپ کا بند تو وہی ہے جس میں ابوالعلاء کا ذکر ہو۔۔۔ لیکن میں اس کا ذکر بطور ایک فلسفی کے نہ کروں گا کیونکہ مجھے بڑے فلسفیانہ مسائل میں اس کی کوئی واضح اور مدلّل فلسفیانہ رائے نہیں ملی کہ اس کی تمہارے لئے تشریح کروں۔ کیونکہ جب ہم اس لفظ کو لغوی معنوں میں لیتے ہیں تو ہم ابوالعلا کو فلسفی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ فیلسوف کے لغوی معنی "حکمت کا محب" ہیں اور معری بے شک حکمت سے محبت رکھتا تھا۔ اگرچہ اس نے اپنی اس محبوبہ کی کوئی ایسی خدمت نہیں کی جس سے وہ کلی طور پر راضی ہو جاتی۔ لیکن اگر صحیح اصطلاحی معنوں میں اسے لیں تو ہم ابوالعلاء کو فلاسفہ کے زمرہ میں شمار نہیں کر سکتے۔ حقیقی معنوں میں فیلسوف کا نام صرف اسی شخص پر منطبق ہوتا ہے،

---

[1] ابوالعلاء المعرّی ۳۶۳ھ = ۹۷۳ء میں معرۃ النعمان میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں اس پر چیچک کا حملہ ہوا، جس کی وجہ سے اس کی بینائی جاتی رہی۔ اس نے ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کی پھر حلب چلا گیا۔ سالہا سال کے سفر کے بعد یہ ۳۸۳ھ = ۹۹۳ء میں معرۃ النعمان واپس چلا آیا اور پندرہ سال یہاں گزارے۔ پھر بغداد گیا، جہاں یہ ڈیڑھ سال تک رہا۔ پھر معرۃ النعمان چلا آیا، جہاں اس نے بقیہ عمر تنہائی میں گزار دی۔ یہ گوشت نہیں کھاتا تھا۔ ساری عمر شادی نہیں کی اور بچے پیدا کرنے کو گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ اس کی مشہور تصانیف سقط الزند رسالۃ الغفران۔ لزوم ما لا یلزم یا لزومیات ہے۔ اس نے ۴۴۹ھ = ۱۰۵۷ء میں وفات پائی۔

(اے لٹریری ہسٹری آف دی عربز: ۳۱۳ تا ۳۲۴)

جس میں یہ خاصیتیں بکمال پائی جائیں۔ (۱) خالص نظری عقل جس کی بنیاد معرفت پر ہو۔ (۲) فلسفہ کُبریٰ کے تمام یا بعض مسائل پر بحث کرسکتا ہو (۳) اور ان کے متعلق قاطع اور مدلّل فلسفیانہ رائے قائم کرسکتا ہو۔ لہٰذا فلسفہ سے محبت رکھنے والا مذکورہ بالا باتیں کرسکتا ہو تو وہ یقیناً ارباب فلسفہ میں سے ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط۔ لیکن ان تمام امور میں جب اس کے پاس فلسفہ کے چند مسائل میں متفرق نظریات کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو اسے نیم فلسفی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

میری نظر میں معرّی بھی نیم فلسفیوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ اس کے پاس نظرِ عقلی ہے جس کی بنیاد کسی معمولی معرفت پر نہیں۔ اور بہت سے فلسفی مسائل میں اس کے متفرق نظریات ہیں جنہیں اس نے بغیر ترتیب، بغیر ربط، بغیر تحقیق اور بغیر دلیل کے اپنے اشعار اور نثر میں پیش کیا ہے۔

ابوالعلاء دنیا سے روگرداں تھا۔ دنیاوی لذات اور خوشیوں سے ہٹا ہوا بلکہ ہٹا دیا گیا تھا۔ اور زندگی میں بدبختی کی وجہ سے اس کے اندر بکثرت تحیر، بے چینی اور شک پیدا ہوگیا اور ان سے چھٹکارا پانے کے لئے اسے سوائے شکوہ و شکایت، تمسخر اور طنز کے اور کوئی ذریعہ نہ ملا۔ اور اس نے شکایت کرنے، ہنسی اڑانے اور طنز کرنے سے اپنے غم کو غلط کیا۔ لہٰذا اس نے اپنے تمام غمناک اور ناراضگی کے خیالات کو شعروں میں ڈھال دیا۔ اس نے ان اشعار کو کئی ایک قسم کی خوبیوں اور آراستگیوں سے ایسا مزین کیا جسے نمائش چاہنے والی طبیعت پسند کرتی ہے اور جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اسے لغت اور ادب میں دسترس تھی اور یہ کہ وہ کسی قدر فلسفے سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ اس کا دیوان اس کے اندرونی احساسات مثلاً دکھ، ناراضگی، حیرت، طنز، تمسخر، عظمت و فخر کی خواہش زہد میں چھپی ہوئی اور زہد جس میں عظمت و فخر کی خواہش مشتمل ہے، ایمان جس میں شک کی ملاوٹ ہو اور ایسے شک کا جو ایمان کے ساتھ مربوط ہے، صحیح خاکہ پیش کرتا ہے۔

مجھے اپنی جان کی قسم۔ یہ قطعاً حق بات نہیں ہے کہ ہم ہر اس شخص کو فلاسفہ کے زمرہ میں شمار کریں جس نے شک کے اظہار کے لئے اپنی زبان کو کھولا اور شعروں کی زبان میں اپنے اندرونی خیالات کو ظاہر کیا جو ہرگز ایسی مرتب فلسفیانہ بحث کی صلاحیت نہیں رکھتے، جو دلیل پر قائم ہو۔ اس لئے کہ یہ شکوک تو زندگی کی مصیبتوں اور بدبختی میں اکثر لوگوں میں سرایت کر جاتے ہیں اور اکثر عقلوں کو پیش آتے ہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جس میں شک پیدا ہوا ہو یا اس پر مصیبت نازل ہوئی ہو یا اس پر بدبختی کے بادل چھائے ہوں، شعروں کی زبان میں اپنے دل کی باتوں کا اظہار نہیں کرتا۔ اور نہ اشعار میں اس جہان کے بڑے بڑے حقائق کے بارے میں بغیر تلاش کے یا

بغیر تامل، تعلیل اور دلیل کے، اپنی رائے پیش کرتا ہے۔ اور جب لوگوں میں کوئی ایسا شخص پایا جائے جو اپنے شکوک اور آلام کی وجہ سے تنگ دل ہوتا ہے۔ پھر وہ انھیں لوگوں کے سامنے ایسے شعروں کی صورت میں پیش کرے جن میں کچھ شک اور کچھ ایمان ملا ہوا ہو تو کیا وہ اس بات کا مستحق ہو سکتا ہے کہ ہم اسے ان لوگوں میں شمار کریں جنھوں نے اپنی عمریں خالص اور منظم عقلی نظر و فکر میں گزار دیں۔ اور پھر لوگوں کے لئے ایسا فلسفہ نکالا، جو واضح، صریح ہے۔ اور جس کے اجزاء ایک دوسرے کو مضبوط پکڑے ہوئے، جس کے اطراف میں باہمی ربط پایا جاتا ہے، جس کے نتائج میں یکسانیت ہے، جس کا میلان بھی ایک سا ہے اور اس کی بنیاد دلیل پر ہے۔

جب ہم ابوالعلاء کے دیوان، رسالۃ الغفران اور ان جوابات کو غور سے دیکھتے ہیں، جو اس نے داعی الدعاۃ کو دیئے۔ اور یہی وہ تمام چیزیں ہیں، جن سے ہم اس کی آراء کو نکال سکتے ہیں تو ہمیں نہ معرفت کی بحث میں، نہ وجود کی بحث میں، نہ نفس کی بحث میں اور نہ اخلاق اور اجتماع کی بحث میں کوئی ایسی بحث ملتی ہے، جو صریح منظم مسلسل، معلل اور مدلّل ہو بلکہ ہمیں تاریک سخت اور ظالم مایوسی ملتی ہے جس کی وجہ سے یہ شخص شک اور یقین کے درمیان بھٹک رہا ہے۔

میں اس مایوسی کے اسباب کو جو اس شخص پر چھائی ہوئی ہے، لمبا نہ کروں گا۔ کیونکہ اے جبران! تجھے معلوم ہے کہ یہ مایوسی تو بہت سے تندرست، بینا، ناز و نعمت میں پلے ہوئے اور مالدار لوگوں پر بھی کسی مصیبت کی وجہ سے جو اُن پر نازل ہوئی یا کسی آرزو میں ناکامی کی وجہ سے بھی طاری ہو جاتی ہے۔ تو اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے۔ جو اپنے سینے میں غیر معمولی ذہین لوگوں (عبقریوں) کی حوصلہ مندی اور اولوالعزمی اور باجبروت اشخاص کا دل رکھتا ہو۔ جب وہ شروع زندگی ہی سے اپنے آپ کو نابینا، بدنما چہرے والا، گوشہ نشینی پر مجبور، حرکت کرنے کی نشاط سے محروم، بدہضمی میں مبتلا، زہد پر مجبور، عظمت و بزرگی سے محجوب، لوگوں سے مایوس اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو چکا ہے ....؟

یہ ایک فطری بات تھی کہ یہ تمام امور ابوالعلاء کے دل میں شک پیدا کریں۔ اور یہ وہ شک ہے جو زندگی میں صرف قسمت کے مختلف ہونے کی وجہ سے آتا ہے اور جو لوگ تقدیر کے راز میں غور کرتے ہیں، ان میں سے صدیقین کے سوا کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے لیکن صرف زندگی کی بدبختی اور قسمتوں کے مختلف ہونے مثلاً صحت و مرض، فقر و غنا، عزت و ذلت، لمبی عمر یا کوتاہ عمر وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے ہم میں شک پیدا ہوتا ہے۔ اے جبران! اسے یاد رکھنا اور بھولنا نہیں کیونکہ جب میں تمہارے

لئے اس بات کی دلیل پیش کروں گا کہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے تو میں پھر تمہیں اس کی طرف لاؤں گا۔

حیران : لیکن یہ شک ابوالعلاء کو کہاں لے گیا۔

شیخ : ابوالعلاء کے متعلق تم سے گفتگو کرنے کا باقی راز یہی ہے۔ میں نے تم سے اُس کے اِس شک کی وضاحت کر دی ہے، جو ہر مصیبت زدہ انسان پر طاری ہوتا ہے اور میں اب تم سے اُس کے اِس ایمان کی وضاحت کروں گا جو ہر عقل سلیم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

معرّی نے ہر چیز میں شک کیا ہے . . . . سوائے ایک بات کے کہ جس میں ہرگز شک نے راہ نہیں پائی، اور وہ اللہ کا وجود ہے۔ اگر تمہیں کوئی کچھ اور بتائے تو اس کو سچا نہ سمجھ۔ معرّی نے قضاء و قدر، آزادیٔ ارادہ، تخلیق کی حکمت، روح کی حقیقت اور دوبارہ اٹھائے جانے کی کیفیت، ان سب امور میں شک کیا ہے لیکن وہ اللہ کے وجود پر ایمان کو مضبوطی سے پکڑے رہا ہے۔ کیونکہ اس کی عقل سلیم نے دلیل کے ساتھ اس کی رہنمائی اس یقین کی طرف کی ہے، جس سے سلیم عقلیں بچ کر نہیں نکل سکتیں۔ خواہ انہیں ذات احد کی حقیقت کو سمجھنے یا حدوث و قدم کے تصوّر یا عدم سے تخلیق یا زمان و مکان کے تصوّر میں کسی قدر عجز کیوں نہ لاحق ہو جائے اور خواہ ان پر وہ شک کس قدر یورش کیوں نہ کرے، جیسے قسمتوں کا اختلاف اور تقدیر کا غامض راز ہمارے نفوس میں اکساتا ہے۔

جس چیز کو لوگ معرّی کا فلسفہ کہتے ہیں، اس کے متعلق یہی حق بات ہے۔ اگر تو اپنے ہاتھ سے اسے ٹٹولنا چاہے تو اس کے دیوان کی طرف رجوع کر۔ اس کے اقوال کو جمع کر۔ انہیں مرتب کر۔ ان میں موازنہ کر اور غور کر تو یہ حق بات جس میں کسی قسم کا شک نہیں، تمہارے لئے ظاہر ہو جائے گی۔

حیران : مولانا! یہ تو عجیب بات ہے۔ کیونکہ ان لوگوں سے جو ابوالعلاء کا ذکر کرتے ہیں یا اس پر لکھتے ہیں یا اس کے اشعار کی روایت کرتے ہیں، میں عرصہ سے ایسی باتیں سنتا رہا ہوں جن سے پتہ چلتا تھا کہ ابوالعلاء کا ایمان کمزور ہے۔

شیخ : لوگوں میں ابوالعلاء کے اشعار پڑھنے کی اس قدر دارفتگی پائی جاتی ہے۔ نیز ہر اس شعر کے پڑھنے کی جس میں تقدیر کا شکوہ، تقدیر پر عتاب یا اس پر تعجب یا اس کی حکمت میں شک پایا جاتا ہو، یہ بھی زندگی میں قسمت کے اختلاف کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر انسان کو یا تو اپنی ذات میں یا ان لوگوں میں مصیبت پہنچ سکتی ہے جو بیوی، اولاد اور احباب میں سے اس کے ارد گرد ہوتے ہیں تو وہ اپنی بدقسمتی کا شکوہ کر کے لذت حاصل کرتا ہے تاکہ

اس قسم کے اشعار کو بار بار پڑھ کر وہ مصیبت سے کچھ راحت حاصل کر سکے۔ لیکن اس قسم کے مفرد اشعار جنہیں ان کے کہنے والوں نے صرف اس لئے کہا ہے کہ وہ زندگی کی مصیبتوں میں سے کسی ایک سے راحت پا سکیں، تنہا اس بات کی بنیاد نہیں بن سکتے کہ ہم یہ حکم لگا دیں کہ وہ مومن تھے یا کافر۔ بلکہ یہ بات ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کو جمع کریں جنہیں شاعر نے اس بارے میں کہا ہے اور ان میں غور کریں تاکہ ہم صحیح اور قطعی رائے تک پہنچ سکیں۔

اے حیران! اگر ہم چاہیں کہ ابو العلاء کو فلاسفہ میں شمار کریں اور ان اشعار کے اندر معرفت و وجود کے متعلق اس کی رائے کو تلاش کریں تو ہمارے لئے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ باوجود اس کے کہ اس کی مایوسی اسے کھینچ کر شک اور حیرت کی طرف لے گئی تھی مگر پھر بھی اکیلی اس عقل کی وجہ سے نہ تو اس نے اپنی عقل پر اعتماد کرنا چھوڑا اور نہ وہ اپنے رب پر ایمان رکھنے سے باہر گیا۔

اور اے حیران! جب تو اسے یہ کہتا سن لے تو کیا تو شک کرے گا۔ اور وہ کیا ہی سچ کہتا ہے:

وَلیس یظلم قلبٌ وفیہ لِلُبِّ جذوۃٌ

(جب تک دل میں عقل کی چنگاری باقی ہو، وہ دل تاریک نہیں ہو سکتا)

ہاں۔ حیران! اللہ کی قسم اس شخص کا دل تاریک نہیں ہو سکتا، جس کے سر میں عقل سلیم کا شعلہ ہو۔ ابو العلاء کو اس عقل پر بہت اعتماد تھا۔ اور وہ ہر اس رائے یا اطلاع سے سرکشی کرتا تھا جو عقل کے قطعی احکامات کے منافی ہو۔ جیسا کہ اس کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے:

فلا تقبلن ما یخبرونک ضلۃ اذا لم یؤیّدْ ما اتوک بہ، العقل

اور اس کا یہ شعر: وما تریک مرائی العین صادقۃ فاجعل لنفسک مرآۃً من الفکر

نیز اس کا یہ شعر: سأتبع من یدعو الی الخیر جاھداً وارحل عنہ، ما امامی سوی عقلی

(جس چیز کی وہ تمہیں لاعلمی سے خبر دیں، اسے قبول نہ کر۔ جب تک کہ عقل اس کی تائید نہ کرے۔ جس چیز کو آنکھ تیرے لئے سچا دکھائے تو تو اسے اپنے لئے غور و فکر کا آئینہ بنا لے، اور میں ان لوگوں کی تابعداری کروں گا جو نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور میں اس سے کوچ کر جاؤں گا۔ کیونکہ میری عقل کے سوا میرا اور کوئی مقتدا نہیں ہے۔)

اسی عقل کے ذریعہ یہ عبقری، محروم اور صابر، اللہ کے وجود پر ایمان لایا اور اس چیز پر ایمان لایا کہ اللہ سبحانہ واحد، یکتا، اول، ازلی، سرمدی، علّام، قادر، مصوّر، مبدئ اور معید ہے۔ اس

کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ جب ہم ابو العلاء کو یہ کہتے ہوئے سنیں:

بوحدانية العلّام دنّا   فدعني اقطع الايام وحدي

(ہم خدائے علاّم کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا مجھے ایام زندگانی تنہا گزارنے دو)

تو کیا اس کامل وجامع ایمان میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لئے اپنے اللہ اور اس کی وحدانیت پر ایمان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جو اس کی تنہائی، گوشہ نشینی، وحشت اور مایوسی میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور ہم اسے یہ کہتا ہوا سنتے ہیں:

یموت قوم وراء قوم   ویثبت الاوّل العزیزُ

یجوز أن تبطئ المنایا   والخُلدُ فی الدهر لا یجوز

(لوگ یکے بعد دیگرے مرتے جاتے ہیں اور (اللہ) اوّل وعزیز برقرار رہتا ہے ہو سکتا ہے کہ موتیں دیر کر دیں لیکن ہم دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتے)

اور ہم اسے اس اللہ کی قدرت کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں۔ جو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو۔ پھر وہ مردہ مادہ کے عرض سے زندگی کے جوہر کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے بعد جب چاہے گا، اسے اس میں سے کھینچ کر نکال لے گا اور وہ اللہ کی قدرت سے عرض کی طرح پھر مردہ ہو جائے گا۔

جواهر الّفتها قدرةٌ عجبٌ ،   وزايلتها ، فصارت مثل اعراض

(عجیب بات یہ ہے کہ قدرت نے ان جواہر کو مرکب کیا اور یہ جواہر مادہ سے الگ ہو گئے تو مادہ دوبارہ عرض کی طرح ہو گیا۔)

جبران: مولانا! لیکن مجھے تو اس کے یہ اشعار یاد ہیں:

قلتم لنا خالق علیم   قلنا صدقتم کذا القول

زعمتوه بلا مکان   ولا زمان إلا فقولوا

هذا کلامٌ له خبیئٌ   معناه لیست لنا عقول

(تم یہ کہتے ہو کہ ہمارا (خدا) خالق اور علیم ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ سچ ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ تمہارے خیال میں اس کا نہ کوئی مکان ہے نہ زمان۔ کیوں کہو تو۔ یہ اس کا کلام ایسا ہے جس کے معنی مخفی ہیں مگر ہمارے پاس عقل ہی نہیں ہے)

مولانا! کیا یہ اشعار اللہ پر اس کے ضعف ایمان پر دلالت نہیں کرتے؟

شیخ: مجھے اس بات پر تعجب نہیں کہ تجھے اس کے یہ تین شعر تو یاد ہوں مگر اس کا یہ شعر یاد نہ ہو۔

واللّٰه اکبر لا یدنو القیاس لہ　　ولا یجوز علیہ کان أو صارا

(اللہ اس قدر بڑا ہے کہ کوئی قیاس اس کے قریب نہیں جا سکتا اور نہ اس کے لئے "کان" اور "صار" کا استعمال درست ہے)

اس لئے کہ تم نوجوان شک اور ہر چیز کے فریفتہ ہو، جو شک کی طرف لے جائے۔ لیکن مجھے تو تمہاری اس بات پر تعجب آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ عقل کے وہم اور زمان و مکان کے تصور سے عقل کے عاجز آجانے کے متعلق طویل و عریض بحث گزر چکی ہے، پھر بھی تو اس بات کو کیسے نہیں سمجھ سکا۔ ان اشعار میں معرّی کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایسے حادث زمانہ کے تصور سے جس سے پہلے کوئی زمانہ نہیں۔ نیز اس حادث مکان کے تصوّر سے جس کا تخلیق عالم سے پہلے کوئی وجود نہ تھا، اپنی عقل کے عجز کی طرف اشارہ کرے۔ جیسا کہ غزالی نے کہا ہے۔ عقل کے عجز کی طرف یہ اشارہ اس بات پر قطعاً دلالت نہیں کرتا کہ ابوالعلاء اس خدا کے وجود کا منکر ہے، جسے وہ جانتا ہے کہ "اس سے بھی بڑا ہے کہ قیاس اس کے قریب آسکے یا "کان" اور "صار" کے الفاظ اس کے لئے کہے جا سکیں۔ یعنی یہ کہ اس کے ازلی وجود کا قیاس ان حادث اجسام کے وجود سے نہیں ہو سکتا، جن کے حادث ہونے کی وجہ سے زمان و مکان کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔ اگر یہ حادث نہ ہوتے تو نہ مکان و زمان کا وجود ہوتا اور نہ کوئی معنی، جس کا تصوّر ممکن ہو سکے۔

اے حیران! تم قیامت کے متعلق اس کی رائے کے متعلق بھی کہو۔ کیونکہ جو لوگ شک کرنے اور شک میں ڈالنے کے دل دادہ ہیں، انہیں اس کا صرف یہ قول یاد ہے:

تحطمنا الایّام حتی کأننا　　زجاجٌ ولکن لا یعاد لنا سبك

اور اس کا یہ شعر:-

لو کان جسمك متروکاً بهیئته　　بعد التلاف، طمعنا فی تلافیه

(زمانہ ہمیں شیشہ کی طرح توڑ ڈالتا ہے مگر ہمیں دوبارہ ڈھالا نہ جائے گا۔ اگر تمہارے جسم کو تلف ہونے کے بعد اپنی ہیئت پر چھوڑ دیا جاتا تو ہم اس کی تلافی کی خواہش کرتے۔)

اور وہ اس کے اس قول کو یاد نہیں رکھتے:-

اذا ما اعظمی کانت ھباء　　فان اللہ لا یعییہ جمعی

اور اس کا یہ شعر:

ومتی شاء الذی صوّرنا　　اشعر الموت لنشوراً فانتشر

اور اس کا یہ شعر:

وقد یمکن البعث ان قال الملیک بہ　　ولیس منا لدفع الشر امکان

اور اس کا یہ شعر:۔

واعجب ما نخشاہ دعوۃ ھاتف　　اتیتم فھبّوا یا نیام الی الحشر

فیالیتنا عشنا حیاۃ بلا ردی　　ید الدھر اومتنا مماتاً بلا نشر

(جب میری ہڈیاں غبار بن جائیں گی تو بھی اللہ مجھے اکٹھا کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔ اور جس خدا نے ہمیں یہ صورت بخشی ہے جب چاہے گا تو موت میں زندہ ہونے کا شعور پیدا کر دے گا اور وہ زندہ ہو جائیں گی اگر بادشاہ (اللہ) کہے تو قیامت ممکن ہے اور ہم میں دفع شر کی طاقت نہیں ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ہم اس سے نہیں ڈرتے جبکہ ہاتف پکار کر کہہ رہا ہے تمہارے پاس (فرشتے آگئے) لہذا سونے والو اٹھ کر (میدان) محشر میں چلے آؤ۔ کاش کہ ہم ایسی زندگی گزارتے جس میں کبھی مرنا نہ ہوتا یا اگر مر جاتے تو پھر اٹھنا نہ ہوتا۔)

اور ایک مومن خائف کی زبان سے اس کا یہ کہنا ہے:۔

ان کان نقلی من الدنیا لعود الی　　خیر وارحب فالقلنی علی عجل

وان علمت مآلی عند آخرتی　　شراً واضیق فانسأ ربّ فی الاجل

(اگر میرا دنیا سے منتقل ہو کر کسی اچھی اور فراخ تر جگہ کر جانا ہے تو مجھے جلدی سے منتقل کر دے اور اگر میرا انجام آخرت میں برا اور زیادہ تنگ ہوگا خدا میری موت میں تاخیر کر دے)

مجھے اپنی عمر کی قسم ایسے شعروں کو یاد رکھنے کی طرف توجہ دینا جن میں شک اور ظن ہو اور ان شعروں سے قطع نظر کرنا جن میں مع دلیل کے ایمان پایا جاتا ہو، اس انصاف پسند آدمی کا کام نہیں جو اس شخص کی صحیح رائے کو جاننا چاہتا ہو۔ حق کی طرف جانے کا تو یہی راستہ ہے کہ ہم اس کے تمام اقوال میں اچھی طرح سے غور کریں اور دلیل کے ساتھ کسی ایک کو ترجیح دیں۔ کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ ہمیں "دوبارہ ڈھالا نہ جائے گا" اور اسی قسم کے دیگر الفاظ کو قیامت سے انکار کی طرف اس قدر نہیں پھیرا جا سکتا جس قدر کہ اسے ان علماء کی رائے

کی طرف پھیرا جا سکتا جو یہ کہتے ہیں کہ قیامت ایک نئی تخلیق کے ساتھ ہوگی۔ اس کا یہ کہنا " جس نے ہمیں صورت بخشی ہے جب چاہے گا موت کے اندر زندہ ہونے کا شعور پیدا کر دے گا اور وہ زندہ ہو جائیں گے"۔ اس کے ضمن میں جسموں کے اٹھائے جانے کے متعلق عقلی دلیل پائی جاتی ہے اور یہ اس خدا کی قدرت سے ہوگا جس نے انہیں پیدا کیا۔ صورت بخشی اور پہلی بار ایجاد کیا۔۔۔۔ اے حیران اس میں غور کرو۔

اسی طرح روح کے متعلق اس کا یہ قول ہے :

اما الجسوم فللتراب مآلھا   وعییتُ بالارواح انی تذھب

اور اس کا یہ شعر :

روحٌ اذا اتصلت بجسمٍ لم یزل   ھو ھی فی مرض الفناء المکمد

اِن کنتِ من ریحٍ فیاریح اسکنی   اوُ کنتِ من نارٍ فیانارُ اخمدی

اور اس کا یہ شعر :

ان یصحب الروح عقلی بعد مظعنھا   للموت عنی، فاجدرُ ان تری عجبا

وان مضت فی الھواء الرحب ھالکۃ   ھلاک جسمی فی تربی فوا شجبا

(جسم تو انجام کار مٹی ہو جائیں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ارواح کہاں جائیں گی۔ جب روح جسم کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے تو دونوں غمناک کرنے والے فنا کے مسلسل مریض ہو جاتے ہیں۔ اگر تو ہوا ہے تو اے ہوا ساکن ہو جا۔ اور اگر تو آگ ہے تو اے آگ بجھ جا۔ اگر موت کے وقت روح مجھ سے کوچ کرنے کے بعد بھی میری عقل کے ساتھ رہے تو تُو عجیب باتیں دیکھے گا۔ اور اگر یہ بھی فنا ہو کر وسیع ہوا میں چلی جائے گی جس طرح میرا جسم مٹی میں فنا ہو جائے گا تو وائے غم۔)

کیونکہ یہ سب اقوال ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس شخص کے ایمان میں قطعاً عیب جوئی نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کچھ اور سمجھیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح کوئی اور چیز ہے اور جسم کوئی اور۔ اور یہ جسم کے ساتھ متصل ہو کر اسی قید کا دکھ جھیلتی ہے اور جسم زندگانی کا درد جھیلتا ہے اور یہ کہ ابو العلاء کو روح کی حقیقت معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ آیا جسم کے علاوہ اس کا کوئی مستقل وجود ہے یا یہ جسم کی زندگانی میں جسم کا فعل ہے اور یہ جسم کی موت کے ساتھ مر جاتی ہے اور قافیہ کی محبّت اور زندگانی سے نفرت اسے روح کو ہوا یا آگ فرض کرنے پر مجبور کرتی ہے، جیسا کہ لوگوں کا خیال

ہے تاکہ وہ اس کے ساکن ہونے یا بجھ جانے کی آرزو کرے۔ اور یہ تمام امور خواہ تُو رائے کو کتنا ہی کیوں نہ پلٹے، ایمان میں قطعاً عیب نہیں نکال سکتے۔ اس لئے کہ ہمیں روح کی حقیقت معلوم نہیں اور نہ ہم پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ ہم ضرور اس کے متعلق کہ سوائے اس کے کہ "من امر اللہ" ہے، کچھ اور کہیں۔

اے حیران! جب تم نے معرّی کے کلام سے یہ معلوم کر لیا اور تو اس میں غور بھی کرے اور ایسی عاجزی کے ساتھ، جس میں ریا کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا تو اس شخص کا اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے کو بھی یاد رکھے تو تجھے پورے طور پر معلوم ہو جائے گا اور تجھے یقین ہو جائے گا کہ ابو العلاء رحمہ اللہ باوجود اپنی مایوسی، زندگی پر ناراضگی اور تقدیر کے اسرار پر تعجب کرنے کے مومن ہی تھا بلکہ اللہ پر اس کا ایمان بہت ہی سچا اور اللہ کی آزمائش پر صبر کرنے والا تھا۔

ہاں! تو میں کون ہوں کہ آپ جیسے فاضل مجھے خط لکھیں۔ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ثریا آسمان سے زمین پر اُتر آئے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں چار برس ہی کی عمر میں آنکھوں اور کانوں سے معذور ہو چکا ہوں۔ میرے لئے ایک نو سالہ اونٹ اور اس کے بچے میں فرق کرنا مشکل ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ پے در پے مصیبتیں جھیلنے سے میرا قد بھی خمیدہ ہو گیا ہے اور بڑھاپے میں تو کھڑا ہونے سے بھی لاچار ہوں۔ رہی میری شہرت تو خدا گواہ ہے کہ میں نے اس کی کبھی خواہش نہیں کی۔ میں تو خود کو ایک بے وقوف آدمی سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میرے بارے میں نیک خیال کرے تو وہ قابل ملامت ہے۔ البتہ یہ ضرور پایا گیا ہے کہ بھلے لوگ ساری دنیا کو بھلا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ بھلے تو بھلے ہی ہیں اور بُرے بُرے۔

آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کے متعلق اب بندہ کچھ خامہ فرسائی کرے گا۔

ازل سے قسمت میں زہد و تقویٰ لکھا ہوا تھا۔ لہذا مجھے ہمیشہ افلاس سے دوچار ہونا پڑا۔ میں نے دیدہ و دانستہ اس ناپائیدار دنیا سے گریز کیا۔ کیونکہ اس کے معاملات میں الجھنے سے کوئی کام بر نہیں آتا۔ پھر اہل دنیا نے بھی مجھے ایک کونے میں پھینک دیا اور کہہ دیا کہ تجھ جیسے سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ . . . . . "

ابو العلاء معری کا ایک خط بنام داعی الدعاۃ فاطمیہ الشیخ الشیرازی

بقیہ نظرات

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی شائع کردہ کتاب "مجموعہ قوانین اسلام" کے اس بیان پر "نابالغوں کی شادیاں کرنا کوئی امر تاکیدی نہیں ہے، بلکہ ایک امر مباح ہے۔ مقتدر اعلیٰ یا ملک کا قانون ساز ادارہ معاشرے کے مفاد میں اس کو موقوف یا معطل یا مقید کر سکتا ہے"۔ بعض حلقۂ علماء کی طرف سے اعتراض کیا گیا تھا مفتی امجد العلی صاحب نے اس کے جواب میں مصر کے مشہور مفسر قرآن اور عالم دین سیّد رشید رضا کا یہ قول نقل کیا تھا کہ امام کو حق حاصل ہے کہ مباح کو ممنوع کر دے۔ جب کہ اس کے ارتکاب میں کسی مفسدہ کا خوف ہو جب تک کہ یہ مفسدہ قائم رہے اور مصلحت اس ممانعت کو چاہتی ہو۔ اس کی تائید میں انھوں نے بعض اور علماء اور ماہرین قانون اسلامی کی بھی رائیں پیش کی تھیں۔ اس بارے میں قاضی علاؤ الدّین خرافہ قاضی بصرہ کی رائے ملاحظہ ہو:- اگر مصالح عامہ کے اقتضا کے تحت احکام میں تغیّر و تبدل نہیں ہو سکتا اور مباح کو غیر متبدل قرار دینے کا اصول لازمی مانا جاتا ہے تو پھر کسی قسم کی مزید تشریع اسلامی کا امکان نہیں رہتا۔

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد مفتی امجد العلی صاحب نے پاکستان کے علماء کرام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ موجودہ دور میں ہر اسلامی ملک میں وہاں کی حکومتیں ہی قوانین اسلامی کی تشکیل کا کام سرانجام دے رہی ہیں اور اس میں ان ملکوں کے علماء ان کے ساتھ پورا تعاون کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں کے علماء کرام کا جو رویّہ ہے، اس پر دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مفتی امجد العلی صاحب نے اپنی یہ رائے ثبت فرمائی تھی۔

"کاش علماء پاکستان کی طرف سے جتنا وقت ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر نقد و تنقید اور مجادلہ ومکابرہ، باہمی بغض و عناد، بُعد و بیگانگی اور نفرت و حقارت کے جذبات کی تخم ریزی میں صرف کیا جاتا ہے، اتنا یا اس سے کم ہی تدوین قوانین شرعیہ میں صرف کیا جاتا اور ایسے تمام قوانین کی تدوین کی جاتی جو حکومت کے غیر اسلامی موجودہ مروجہ قوانین کی جگہ لے لیتے، جیسا کہ دیگر ممالک اسلامیہ کے علماء و فضلاء نے اپنے مخصوص مسالک پر رہتے ہوئے تعصب اور عناد کے اثرات سے بالاتر ہو کر قوانین کی تدوین کر لی ہے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ اگر آپ کی رہنمائی میں اور آپ کی کوششوں سے اہل تحقیق علماء اور جدید علوم کے ماہرین مل بیٹھ کر موجودہ مسائل کے اسلامی حل تلاش کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ ملک کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہو گی۔